OPEN ACCESS
RUSHAD
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Lahore Insititute for Social Sciences, Lahore.*

ISSN (Print): 2411-9482
ISSN (Online): 2414-3138
Jul-Dec-2021
Vol: 2, Issue: 2
Email: journalrushd@gmail.com
OJS: https://rushdjournal.com/index

عبدالرحمٰن بن محمد انور[1]

متنوع قراءات کی حیثیت
غامدی صاحب کے افکار کا تنقیدی مطالعہ

Abstract

Allah Almighty has blessed the Muslim ummah with the permission to recite Holy Quran in more than one *Qira,at*, so that it become easy for them to read it without any difficulty. The entire *Ummah* has been reciting Holy Quran in more than one Quranic *Qirat* for centuries. Just as the Hafs *Riwayat* is commonly recited in our subcontinent, reading Quran with many other *Qira,at* is a common thing in dozens of other countries. Similarly, as here in subcontinent it is very challenging for an ordinary person to read Holy Quran in a *Riwayat* other than Hafs *Riwayat*, so the people of other countries have to face a lot of problems in reading Holy Quran in Hafs *Riwayat*. This is the facility and ease that Allah Almighty has bestowed to His servants. But there has also been a group of people who does not consider more than one *Qira,at* to be correct. The Mu'tazilites (Mutazila) were the very first to deny the various traditions of reciting Holy Quran and since then this trend has continued and its signs can be traced in the

[1] لاہور اسلامک یونیورسٹی، لاہور۔

subcontinent as well. Almost all those people who have doubts and questions about the authenticity of the hadith, have denied the permissibility of reciting Holy Quran in more than one recitation. Javed Ahmad Ghamdi also does not acknowledge the existence of different Quranic *Qira,at*. He says that in the beginning it was allowed to read Holy Quran in more than one *Qira,at* but later this permission was revoked. In this article, Ghamdi's objections have been analyzed and critically studied. Ghamdi opines that at this point of time, Holy Quran can be read and taught in only one common recitation (*Qirat e Aama*) and for him Hafs *Riwayat* is that common and public tradition which should be adopted. A detailed analysis of Ghamdi's objections regarding the abrogation of permission of reciting Holy Quran in more than one *Qira,at* has been presented.

Keywords: قراءت عامہ، حفص، اجماع، نسخ

قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے ایک سے زیادہ قراءات میں پڑھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ تاکہ لوگوں کے لیے سہولت و آسانی پیدا ہو اور وہ بغیر کسی دقت کے قرآن کریم کو پڑھ سکیں۔ پوری امت صدیوں سے ایک سے زائد قراءات قرآنیہ کو پڑھتی پڑھاتی چلی آئی ہے۔ جس طرح ہمارے ہاں برصغیر میں عموماً روایت حفص پڑھی جاتی ہے اسی طرح دیگر کئی در جن ممالک میں دوسری روایات میں قرآن پڑھنا معمول ہے۔ جس طرح ہمارے یہاں ایک عام بندے کے لیے روایت حفص کے علاوہ کسی دوسری روایت میں قرآن پڑھنا انتہائی مشکل ہے اسی طرح ان ممالک کے باسی روایت حفص میں قرآن نہیں پڑھ سکتے۔ یہ وہی سہولت اور آسانی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطاء فرمائی ہے۔ لیکن ایسے میں ایک طبقہ ایسا بھی رہا ہے جو ایک سے زائد قراءات کو درست نہیں سمجھتا۔ متنوع قراءات قرآنیہ کا سب سے پہلے معتزلہ نے انکار کیا اور اس کے بعد یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا اور برصغیر میں بھی اس کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ جن لوگوں نے حدیث کی حجیت کو شکوک و شبہات کا نشانہ بنایا ہے تقریباً ان سب نے قراءات قرآنیہ کا انکار کیا ہے۔ جاوید احمد غامدی صاحب بھی قراءات قرآنیہ کے وجود کو تسلیم

نہیں کرتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک سے زائد قراءات پہ پڑھنے کی شروع میں اجازت تھی لیکن بعد میں یہ اجازت ختم ہو گئی۔ اس مضمون میں غامدی صاحب کے اعتراضات کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ کیا گیا ہے۔ غامدی صاحب کے نزدیک صرف ایک قراءت 'قراءت عامہ' میں اس وقت پڑھنے پڑھانے کی اجازت ہے۔ اور اسی روایتِ حفص کو وہ 'قراءت عامہ' کا نام دیتے ہیں۔ بقیہ تمام قراءات میں قرآن پڑھنے کی اجازت کے نسخ کے حوالے سے غامدی صاحب کے اعتراضات کا تفصیلی تجزیہ کیا گیا ہے۔

قراءات قرآن پر تعامل امت

امت اسلامیہ نہ صرف اعتقادی طور پر دوسری قراءات کو تسلیم کرتی ہے، بلکہ عملاً علماء امت نے جس طرح قراءت حفص کو رسول اللہ ﷺ سے اخذ کیا اور اپنے سے بعد والوں کو منتقل کیا ہے، اسی طرح دوسری قراءات کو روایت کیا، ان کے مطابق قرآن کی تلاوت کی، انہیں اپنی کتابوں میں محفوظ کیا۔ ہند کے معروف محقق عالم دین محمد سعود عالم قاسمی کی تحقیق کے مطابق فن قراءات پر سب سے پہلے امام کسائی (م189ھ) نے کتاب تحریر کی۔ ان کے بعد امام اللغہ عبید بن قاسم بن سلام (م224ھ) نے کتاب لکھی۔ امام ابن جزری (م833ھ) نے اپنی کتاب "النشر فی القراءات العشر" میں اپنے پیشرووں کی قراءات پر لکھی گئی ستاون (57) کتابوں کا تعارف کرایا ہے۔ حاجی خلیفہ (م1068ھ) نے کشف الظنون میں فنِ قراءات پر دو سو ترپن (253) کتب کی فہرست پیش کی۔ اب ماہنامہ رشد لاہور نے اپنے قراءات نمبر حصہ دوم، ماہ ستمبر 2009ء میں اپنی معلومات کی حد تک سات سو آٹھ (708) مطبوعہ کتب، چھ سو آٹھ (608) مخطوطات اور مختلف جامعات میں لکھے گئے پینسٹھ (65) مقالات کی اجمالی فہرست پیش کی ہے۔

ڈاکٹر صلاح الدین لکھتے ہیں:

> "اس فن پر بلا مبالغہ کئی ہزار کتب اور ان کی شروحات مختلف زبانوں میں لکھی جا چکی ہیں، میرے اندازے کے مطابق تقریباً پچاس قرآنی نسخوں پر مختلف ادوار میں قراءتِ سبعہ و عشرہ حواشی میں تحریر کی جا چکی ہیں، یہ نسخے آج بھی مطبوعات و مخطوطات کی صورت میں محفوظ ہیں۔"[1]

---

[1] صلاح الدین ثانی،"قراءت کی حجیت، اہمیت اور اُمت کا تعامل"رشد،(لاہور،قراءات نمبر،حصہ دوم، ستمبر 2009ء)،: 310۔

آئمہ تفسیر نے اپنی کتابوں میں متواتر قراءات کو جگہ دی، ان کے ذریعے قرآن کے مفاہیم کو سمجھا اور ان کے مطابق تفسیر کی۔ امام زمخشری ایسے معتزلی مفسر نے بھی اپنی تفسیر میں تقریباً بارہ (12) جگہوں پر " قراءات عامہ "کو چھوڑ کر دوسری قراءات پر تفسیر کی ہے، اور قراءات عامہ کو(و قرأ بكذا)سے تعبیر کیا ہے۔[1]

روایت حفص کی طرح دوسری قراءات بھی نسل در نسل اور طبقہ در طبقہ چلی آرہی ہیں۔ آج تک عالم اسلام کا ایک بڑا حصہ روایت حفص کے علاوہ دوسری قراءات کے مطابق مصحف لکھتا اور تلاوت کرتا ہے، جیسا کہ خود غامدی صاحب نے اشارہ کیا ہے۔ مغربی اسلامی ممالک میں تقریباً چالیس ممالک میں روایت ورش متداول ہے، مصر میں روایت 'ورش' اور 'حفص' عام ہے۔ صومالیہ، سوڈان اور ایتھوپیا وغیرہ میں روایت 'دوری' پڑھی جاتی ہے، تونس سمیت آٹھ دس ممالک میں روایت 'قالون' متداول ہے۔ انہی کے مطابق وہاں مصاحف چھاپے اور تلاوت کئے جاتے ہیں، انہی کے مطابق نمازوں میں قراءت کی جاتی ہے، آج تک بغیر کسی انقطاع کے دوسری قراءتیں جاری وساری ہیں۔ بلکہ مذکورہ ممالک کے عوام روایتِ حفص سے اسی طرح ناواقف ہیں جس طرح ہمارے یہاں عام لوگ دوسری قراءتوں سے ناواقف ہیں۔

جن ممالک میں قرءت حفص رائج ہے، وہاں کے مدارس وجامعات میں بھی دوسری قراءات کی تدریس کی جاتی ہے۔ تاریخ کا کوئی دور اور کوئی علاقہ نہیں ہے جو دوسری قراءات کی تدریس سے خالی رہا ہو۔ کسی ثقہ عالم نے انہیں غلط قرار نہیں دیا۔ گویا دوسری قراءات بھی علماء کے اجماع اور امت کے تعامل سے ثابت ہیں۔

تحریک انکار قراءات اور غامدی صاحب

رسول اللہ ﷺ کے دور میں بعض صحابہ کے درمیان قراءات میں اختلاف کے ایک دو واقعات رونما ہوئے تھے، لیکن ان کا سبب دوسری قراءات سے عدم واقفیت تھی۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے ایک دن خطبہ میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

«أنزل القرآن على سبعة أحرف، المراء في القرآن كفر، ثلاث مرات. فما عرفتم منه فاعلموا وما جهلتم منه فردوه إلى عالمه." [2]

---

[1] رشد، قراء ات نمبر، حصہ دوم: 185۔

[2] أحمد بن محمد بن حنبل أبو عبد الله، مسند أحمد،(بيروت: مؤسسة الرسالة، 2001ء)، رقم: 7976

"قرآن سات حروف میں نازل ہوا ہے، قرآن میں شک کرنا کفر ہے (یہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا) اس میں سے جسے پہچانتے ہو، اسے حاصل کر لو، اور جسے نہیں پہچانتے اسے اس کے عالم کی طرف لٹا دو۔"

اس کے بعد صحابہ کرام سے لیکر آج تک کے تمام علماء اہل سنت کا قراءات قرآنیہ پر مکمل اتفاق ہے، جیسا کہ علماء کرام کے اقوال گزر چکے ہیں۔ بلکہ علماء کرام نے انکار قراءات کو کفر قرار دیا ہے۔

دو قسم کے لوگوں نے قرآن مجید کی مختلف قراءات کا انکار کیا ہے۔ ایک معتزلہ جیسے گمراہ فرقے اور اس کے ہم نواؤں نے، جنھوں نے حدیث کی حجیت کا انکار کیا، انھوں نے قراءات کا بھی انکار کیا۔ دوسرا جب کفار اور خصوصاً مستشرقین نے اسلام اور خاص طور پر قرآن کو غلط ثابت کرنے اور مسلمانوں کے ذہنوں میں اس کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کرنے کی باقاعدہ مہم شروع کی تو انہوں نے قراءات کو بطور ہتھیار استعمال کیا۔ ہر دور کے علماء نے ان کے اعتراضات کا دلائل سے ابطال کیا۔ جیسا کہ اندلس کے عیسائیوں نے قراءات پر اعتراضات کیے تو امام ابن حزم نے ان کا مسکت جواب دیا۔ ملاحظہ فرمائیں: الفصل فی الملل والاہواء و النحل۔[1]

غامدی صاحب بھی ان مفکرین میں سے ہیں جنھوں نے قراءات قرآنیہ پر شکوک و شبہات کا اظہار کیا ہے۔ ان کے خیالات کا جائزہ مختلف عناوین کی صورت میں لیتے ہیں:

دوسری قراءات، قرآن نہیں ہیں؟

غامدی صاحب فرماتے ہیں:

"قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے اور جسے مغرب کے چند علاقوں کو چھوڑ کر پوری دنیا میں امت مسلمہ کی عظیم اکثریت اس وقت تلاوت کر رہی ہے۔ یہ تلاوت جس قراءت کے مطابق کی جاتی ہے، اس کے سوا کوئی دوسری قراءت نہ قرآن ہے اور نہ اسے قرآن کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے۔"[2]

---

[1] ابن حزم، علي بن أحمد بن سعيد أبو محمد، الفصل في الملل والأهواء والنحل، (القاهره: مكتبة الخانجي، س ن)، 2: 76۔

[2] غامدی، جاوید احمد، میزان، (لاہور: المورد، 2014ء): 27۔

غامدی صاحب دوسری قراءات کو قرآن ماننے سے انکار کررہے ہیں۔جواب دینے سے پہلے ضروری ہے کہ دیکھا جائے کہ ان کے نزدیک قرآن کیا ہے؟۔وہ فرماتے ہیں:

"(قرآن مجید)وہ کتاب ہے جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی تھی اور جسے آپ کے صحابہ نے اپنے اجماع اور قولی تواتر کے ذریعے پوری حفاظت کے ساتھ بغیر کسی ادنیٰ تغیر کے دنیا کو منتقل کیا ہے۔"[1]

غامدی صاحب مذکورہ بالا تعریف کی روشنی میں دوسری قراءات کا جائزہ لیا جائے تو تمام قراءاتِ متواترہ بلاشک وریب قرآن قرار پاتی ہیں۔کیونکہ قرآن مجید اپنی تمام قراءات متواترہ کے ساتھ منتقل ہوا ہے۔یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے قرآن مجید کی تعریف کرتے ہوئے خاص طور پر قراءات کا تذکرہ کیا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اعلم بأن الكتاب هو القرآن المنزل على رسول الله ﷺ المكتوب في دفات المصاحف، المنقول إلينا على الأحرف السبعة المشهورة نقلا متواترا."[2]

"جان لو!کتاب اللہ سے مراد وہ قرآن ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا ہے،مصاحف کے گتوں کے درمیان لکھا ہوا ہے،اور ہم تک معروف سبعہ احرف کے ساتھ بالتواتر منقول ہوا ہے۔"

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَحَدُّ الْكِتَابِ مَا نُقِلَ إِلَيْنَا بَيْنَ دَفَّتَيْ الْمُصْحَفِ عَلَى الْأَحْرُفِ السَّبْعَةِ الْمَشْهُورَةِ نَقْلًا مُتَوَاتِرًا."[3]

"کتاب اللہ وہ ہے جو دو گتوں کے درمیان ہے،اور ہم تک معروف سبعہ احرف کے ساتھ بالتواتر منقول ہے۔"

علامہ الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" حَدُّ الْكِتَابِ اصْطِلَاحًا: فَهُوَ الْكَلَامُ الْمُنَزَّلُ عَلَى الرَّسُولِ، الْمَكْتُوبُ فِي الْمَصَاحِفِ،

---

[1] جاوید احمد غامدی،میزان:13۔

[2] السرخسي، محمد بن أحمد بن أبي سهل، أصول السرخسي،(بيروت: دار المعرفة،س ن)، 1: 9۔

[3] الغزالي محمد بن محمد الغزالي، أبو حامد، المستصفى،(بيروت: دار الكتب العلمية، 1993ء،)1: 193۔

الْمَنْقُولُ إِلَيْنَا نَقْلًا مُتَوَاتِرًا. "[1]

"کتاب اللہ سے اصطلاحاً مراد وہ کلام ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا ہے، مصاحف میں مکتوب،اور ہم تک معروف سبعہ احرف کے ساتھ بالتواتر نقل ہوا ہے۔"

در حقیقت قرآن پر اجماع کا دعویٰ اسی صورت میں کیا جاسکتا ہے جب اس کی تمام قراءات کو مانا جائے،ورنہ قرآن پر اجماع اور تواتر کا دعویٰ باطل ہے،کیونکہ آج بھی دنیا کے بڑے حصے میں دوسری قراءات موجود اور مقروء ہیں،ان کا انکار آخر کس بنیاد پر کیا جائے؟

غامدی صاحب کی ایک تحریف

غامدی صاحب کی سابقہ عبارت سے لگتا ہے کہ شائد وہ دوسری قراءات کے سرے سے انکاری ہیں،لیکن ذیل کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دور نبوت کے آغاز میں قراءات کے قائل ہیں،لیکن عرضہ ٔاخیرہ میں روایت حفص کے سوا باقی قراءتوں کی منسوخی کے قائل ہیں۔اور اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے انھوں نے قرآن مجید کے ترجمہ میں تحریف کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ملاحظہ فرمائیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى ○ إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى﴾[2]

"عنقریب (اسے) ہم (پورا) تمہیں پڑھائیں گے تو تم نہیں بھولو گے، مگر وہی جو اللہ چاہے گا۔وہ بے شک جانتا ہے اس کو بھی جو اس وقت (تمہارے) سامنے ہے اور اسے بھی جو (تم سے) چھپا ہوا ہے۔"

﴿ لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ○ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ○ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ○ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾[3]

"اس (قرآن) کو جلد پالینے کے لیے،(اے پیغمبر!)،اپنی زبان کو اس پر جلدی نہ چلاؤ۔اس کو جمع

1 الشوكاني، محمد بن علي بن محمد بن عبد الله، إرشاد الفحول إلي تحقيق الحق من علم الأصول، (بيروت: دار الكتاب العربي، 1999ء)، 1: 85۔

2 سورة الأعلى،87: 6-7۔

3 سورة القيامة، 74: 16-19۔

کرنا اور سنانا، یہ سب ہماری ذمہ داری ہے۔ اس لیے جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو (ہماری) اس قراء ت کی پیروی کرو۔ پھر ہمارے ہی ذمہ ہے کہ (تمہارے لیے اگر کہیں ضرورت ہو تو) اس کی وضاحت کر دیں۔"

ان آیتوں میں قرآن کے نزول اور اس کی ترتیب و تدوین سے متعلق اللہ تعالیٰ کی جو اسکیم بیان ہوئی ہے، وہ یہ ہے:

اولاً: نبی ﷺ کو بتایا گیا ہے کہ حالات کے لحاظ سے تھوڑا تھوڑا کر کے یہ قرآن جس طرح آپ کو دیا جارہا ہے، اس کے دینے کا صحیح طریقہ یہی ہے، لیکن اس سے آپ کو اس کی حفاظت اور جمع و ترتیب کے بارے میں کوئی تردد نہیں ہونا چاہیے۔ اس کی جو قراءت اس کے زمانۂ نزول میں اس وقت کی جارہی ہے، اس کے بعد اس کی ایک دوسری قراءت ہوگی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے تحت اس میں سے کوئی چیز اگر ختم کرنا چاہیں گے تو اسے ختم کرنے کے بعد یہ آپ کو اس طرح پڑھا دیں گے کہ اس میں کسی سہو و نسیان کا کوئی امکان باقی نہ رہے گا اور اپنی آخری صورت میں یہ بالکل محفوظ آپ کے حوالے کر دیا جائے گا۔

ثانیاً: آپ کو بتایا گیا ہے کہ یہ دوسری قراءت قرآن کو جمع کر کے ایک کتاب کی صورت میں مرتب کر دینے کے بعد کی جائے گی، اور اس کے ساتھ ہی آپ اس بات کے پابند ہو جائیں گے کہ آئندہ اسی قراءت کی پیروی کریں۔ اس کے بعد اس سے پہلے کی قراءت کے مطابق اس کو پڑھنا آپ کے لیے جائز نہ ہوگا۔

ثالثاً: یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن کے کسی حکم سے متعلق اگر شرح و وضاحت کی ضرورت ہوگی تو وہ بھی اس موقع پر کر دی جائے گی۔ اور اس طرح یہ کتاب خود اس کے نازل کرنے والے ہی کی طرف سے جمع و ترتیب اور تفہیم و تبیین کے بعد ہر لحاظ سے مکمل ہو جائے گی۔"[1]

مذکورہ بالا اسکیم کی حقیقت جاننے سے پہلے غامدی صاحب کی زبان سے تدبر قرآن کا ایک اہم اصول ملاحظہ فرمائیں:

"جہاں تک موسیقی کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں قرآن مجید اصلاً خاموش ہے۔ اس کے اندر کوئی ایسی آیت موجود نہیں ہے جو موسیقی کی حلت و حرمت کے حوالے سے کسی حکم کو بیان

[1] جاوید احمد غامدی، میزان: 27۔

کر رہی ہو۔ البتہ، اس میں بعض ایسے اشارے موجود ہیں جن سے موسیقی کے جواز کی تائید ہوتی ہے۔ ان کی بنا پر قرآن سے موسیقی کے جواز کا یقینی حکم اخذ کرنا تو بلاشبہ کلام کے اصل مدعا سے تجاوز ہو گا۔"[1]

یعنی قرآن مجید کے اشارے سے کسی معاملے کا یقینی حکم اخذ کرنا، کلام کے اصل مدعا سے تجاوز ہے۔ لیکن یہاں پر خود غامدی صاحب اپنے مقصد کے لیے مذکورہ بالا آیات سے اللہ کے نام پر قرآن کے جمع و تدوین کی ایک مکمل اسکیم کشید کر رہے ہیں، جبکہ آیات میں اس کا اشارہ تک موجود نہیں ہے۔ اس لیے انھیں ترجمہ میں تحریف کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ پہلی آیت میں 'پورا' کا اضافہ کر دیا۔ مزید 'الجھر' کے ترجمہ میں 'جو اس وقت آپ کے سامنے ہے' کا اضافہ کر دیا۔ اور دوسری آیات سے کشید کردہ پوری اسکیم ہی خود ساختہ ہے مذکورہ آیات کیا، پورے قرآن کے کسی لفظ سے مستنبط نہیں ہے۔

آیات کا ایک لفظ بھی ان کی خود ساختہ اسکیم کی تائید نہیں کرتا۔ اس افتراء پر ہم غامدی صاحب کی خدمت میں قرآن کی ایک آیت پیش کرتے ہیں:

﴿ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾[2]

"اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے تاکہ اَزراہِ بے دانشی لوگوں کو گمراہ کرے کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

دوسری قراءات منسوخ ہیں؟

غامدی صاحب نے اپنی وضع کردہ 'خدائی اسکیم' میں یہ بات تو تسلیم کر لی ہے کہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا، مختلف قراءات کی اجازت تھی، بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔ مزید وہ اپنے موقف کی حمایت میں حضرت ابوہرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آپ کی زندگی کے آخری سال میں، جب یہ عرضۂ اخیرہ کی قراءت ہوئی تو انہوں (یعنی جبریل) نے اسے دو

[1] ماہنامہ اشراق: 12، مارچ 2004ء
[2] الانعام، 6: 144۔

مرتبہ حضور ﷺ کو پڑھ کر سنایا۔ ابو ہریرہ فرماتے ہیں:

«كَانَ يَعْرِضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ القُرْآنَ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً، فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي العَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ، وَكَانَ يَعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ عَشْرًا، فَاعْتَكَفَ عِشْرِينَ فِي العَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ »[1]

"رسول اللہ ﷺ کو ہر سال ایک مرتبہ قرآن پڑھ کر سنایا جاتا تھا، لیکن آپ کی وفات کے سال یہ دو مرتبہ آپ کو سنایا گیا۔"

اس کے بعد غامدی صاحب نے ابو عبد الرحمٰن السلمی کا یہ قول پیش کیا ہے:

" كَانَتْ قِرَاءَةُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَاحِدَةً كَانُوا يَقْرَءُونَ الْقِرَاءَةَ الْعَامَّةَ وَهِيَ الْقِرَاءَةُ الَّتِي قَرَأَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جِبْرِيلَ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ وَكَانَ زَيْدٌ قَدْ شَهِدَ الْعَرْضَةَ الْأَخِيرَةَ وَكَانَ يُقْرِئُ النَّاسَ بِهَا حَتَّى مَاتَ." [2]

"ابو بکر، عمر، عثمان، زید بن ثابت اور تمام مہاجرین و انصار کی قراءت ایک ہی تھی۔ وہ قراءت عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے تھے۔ یہ وہی قراءت ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے سال جبریل امین کو دو مرتبہ قرآن سنایا۔ عرضۂ اخیرہ کی اس قراءت میں زید بن ثابت بھی موجود تھے۔ دنیا سے رخصت ہونے تک وہ لوگوں کو اسی کے مطابق قرآن پڑھاتے رہے۔"

دلائل غامدی کی حالت زار

افسوس کہ غامدی صاحب قرآن مجید کی قرءات جن کے ثبوت کے لیے مرفوع اور مسند ترین صحیح اور متواتر روایات موجود ہیں، اور مزید ان پر صحابہ سے آج تک امت کا اجماع ہے، کا انکار کرتے ہیں، اور وہ بھی ایک تابعی کے اثر کی بنیاد پر جس کی سند تک موجود نہیں ہے۔ انھیں جاننے والوں کے لیے یہ تعجب کی بات نہیں کہ غامدی صاحب مطلب برآری کے لیے بے سند روایات کو نہ صرف پیش کرتے ہیں بلکہ اپنے مخالفین پر انھیں حجت قرار

---

[1] البخاري، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري، كتاب الإعتكاف، باب الإعتكاف في العشر الأوسط من رمضان،(رياض: دارالسلام، 2008ء)، رقم: 4998۔

[2] الزركشي، أبو عبد الله بدر الدين محمد بن عبد الله، البرهان في علوم القرآن،(بيروت: دار المعرفة، 1957 ء)،1: 237۔

دیتے ہیں۔ لیکن اپنے موقف کے خلاف صحیح ترین مسند حدیث رسول ﷺ کو بھی بے ہودہ تک کہہ دیتے ہیں۔

دوسرا، انہوں نے روایت ناقص تحریر کی، کیونکہ روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں:

" وَلِذَلِكَ اعْتَمَدَهُ الصِّدِّيقُ فِي جَمْعِهِ وَوَلَّاهُ عُثْمَانُ كَتَبَةَ الْمُصْحَفِ "

”صدیق اکبر نے قرآن جمع کرتے ہوئے اسی قراءت پر اعتماد کیا، اور اسی کے مطابق عثمان نے مصحف کتابت کروایا۔“

چونکہ غامدی صاحب سیدنا ابو بکر کے قرآن کو جمع کرنے اور عثمان کے مصحف لکھوانے سے انکار کرتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے اپنے موقف کے خلاف روایت کا حصہ کاٹ پھینکا۔

﴿ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ﴾

غامدی صاحب کی وضع کردہ خدائی اسکیم، اور بیان کردہ روایات سے واضح ہوتا ہے کہ عرضہ اخیرہ سے پہلے دوسری قراءات میں قرآن کی تلاوت کی جاتی تھی، اسی لیے تو انہیں عرضۂ اخیرہ کی وضاحت کرنی پڑی۔ اس اقرار کے بعد ضروری تھا کہ وہ اپنے موقف کے اثبات کے لیے دوسری قراءات کا منسوخ ہونا ثابت کرتے، لیکن انہوں نے جو روایات پیش کی ہیں ان میں قطعاً یہ وضاحت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کس قراءت کے مطابق قرآن تلاوت کرتے تھے؟ اور عرضۂ اخیرہ میں کونسی قراءات منسوخ کی گئی تھیں، جن کا پڑھنا حرام ہے؟ یہی مسئلہ مختلف فیہ ہے، اور اس کی انھوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی، نہ ہی کبھی کر سکیں گے۔

اگر عرضۂ اخیرہ میں قراءۃ العامہ کے علاوہ تمام قراءات منسوخ ہوگئی تھیں تو بعض اوقات خود عبد الرحمٰن السلمی کی قراءۃ کیوں قراءۃ العامہ کے خلاف ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔[1]

باقی رہا غامدی صاحب کا قراءت عامہ کے لفظ سے یہ ثابت کرنا کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی قراءت پاک وہند والی تھی، تو یہ دو وجوہ سے غلط ہے۔ ایک اس لیے کہ قراءت عامہ کا معنی علماء کے ہاں قراءات متواتر ہیں، جیسا کہ جامعہ دمشق کے استاذ الحدیث ڈاکٹر مصطفی دیب البغا وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

«قراءة العامة، أي القراءة المشهورة التي يقرأ بها عامة القراء الذين رؤوا

---

[1] كتب تفسير سورة الاعراف: 178، سورة محمد: 4-

القراءات متواترة»[1]

”قراءت عامہ سے مراد وہ مشہور قراءت ہے جس کے مطابق ان عام قراء نے قرآن پڑھا ہے، جنھوں نے قراءات متواترہ کو نقل کیا ہے۔“

مشہور مفسر الطاہر بن عاشور التونسی امام اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ابو عبد الرحمن السلمی کا مذکورہ قول بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وبقي الذين قرأوا قراء ات مخالفة لمصحف عثمان يقرأون بما رووه لا ينهاهم أحد عن قراءتهم ولكن يعدوهم شذاذا ولكنهم لم يكتبوا قراءتهم في مصاحف بعد أن أجمع الناس على مصحف عثمان."[2]

”باقی (ان) قراءات (کو چھوڑ دیا گیا تھا) جو مصحف عثمانی کے خلاف روایت کی گئی ہیں، لیکن کسی نے بھی ان سے منع نہیں کیا، لیکن لوگوں کے مصحف عثمان پر جمع ہونے کے بعد انھیں مصحف میں جگہ نہیں دی گئی۔“

یعنی جو قراءات مصحف عثمان کے مطابق ہیں، وہ سب قراءات العامہ ہیں۔

متواتر کی اصطلاح دراصل متأخر علماء کرام کی ایجاد کردہ ہے، جیسا کہ علوم القرآن، اعراب القرآن اور تفسیر القرآن پر کتب لکھنے والے علماء کرام قراءۃ العامہ کا لفظ شاذ کے مقابلے میں استعمال کرتے ہیں۔

جبکہ علماء متقدمین متواتر کی تعبیر کے لیے لفظ ’عامہ‘ ہی استعال کرتے تھے، جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دین کے اجتماعی امور کو "خبر العامة عن العامة" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ قراءت عامہ سے مراد روایت حفص نہیں جیسا کہ غامدی صاحب ثابت کرنا چاہتے ہیں، بلکہ اس سے مراد وہ قراءات ہیں جنھیں متأخرین علماء متواتر کہتے ہیں۔

فکر غامدی کے مطابق اگر قراءۃ العامہ سے مراد عوام کی قراءت ہے تو جن چالیس ممالک میں قراءت ورش متداول ہے، وہاں کی عوام اسی کو قراءت عامہ کہتی ہے، اسی طرح جن ممالک میں قراءت دوری یا قراءت قالون متداول ہے وہاں کے لوگ انھیں کو قراءت عامہ کہتے ہیں۔ ممکن ہے غامدی صاحب والی قراءت عامہ سے وہ

---

[1] تعليق على صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب قول الله تعالى ﴿إنا أرسلنا نوحا ...﴾، رقم: 3163-

[2] تفسير التحرير و التنوير، مقدمة، 1: 28۔

واقف ہی نہ ہوں۔

اس لیے اس روایت سے بلا دلیل ایک قراءت کو قراءت عامہ قرار دینا اور دوسری متواتر قراءات کا انکار کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔

غامدی صاحب، اپنے امام و استاذ اصلاحی کی عدالت میں

غامدی صاحب کی مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ دوسری قراءات عرصۂ اخیرہ میں ختم کردی گئی تھیں، جبکہ ان کے امام و استاذ اصلاحی فرماتے ہیں:

”مختلف قراءات کو حضرت عثمان نے ختم کیا تھا۔۔۔“[1]

یعنی عرضہ اخیرہ کے بعد تک بلکہ حضرات ابو بکر، عمر اور عثمان کی خلافت کے ابتدائی سالوں تک باقی قراءات موجود تھیں۔ حضرت عثمان نے جب مصاحف لکھوائے تو ان میں باقی قراءات ختم کردی تھیں۔

تعجب ہے ایک طرف فرماتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ بھی قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کر سکتے۔“ دوسری طرف حضرت عثمان کا قرآن کے متن تک کو منسوخ کردینے کو گوارا کرلیتے ہیں!!۔ ایک طرف فرماتے ہیں: ”نبی ﷺ کو تفسیر کرتے ہوئے بھی بتانا پڑے گا کہ انہوں نے اپنی بات آیت کے کس لفظ سے نکالی“ دوسری طرف حضرت عثمان کی جانب سے قرآن کی منسوخی اور ترک کو بھی بغیر کسی حیل وحجت کے تسلیم کرلیا۔ اور یہ تک نہ پوچھا کہ حضرت عثمان کو یہ اتھارٹی کس نے دی کہ وہ ثابت شدہ قرآنی متن کو منسوخ کردیں؟۔ البتہ غامدی صاحب کی بات دل کو لگتی ہے اگر اس کی کوئی دلیل ہو۔ لہٰذا اب غامدی صاحب کا فرض ہے کہ وہ باقی قراءات کی تنسیخ کا صحیح اور صریح حکم دکھادیں، ایک سیکنڈ سے پہلے ہم ماننے کے لیے تیار ہیں۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

درست بات یہ ہے کہ حضرت عثمان نے صرف غیر ثابت شدہ قراءات کو ختم کیا تھا، جیسا کہ علامہ الزرکشی، قاضی ابو بکر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" لَمْ يَقْصِدْ عُثْمَانُ قَصْدَ أَبِي بَكْرٍ فِي جَمْعِ نَفْسِ الْقُرْآنِ بَيْنَ لَوْحَيْنِ وَإِنَّمَا قَصَدَ جَمْعَهُمْ عَلَى الْقِرَاءَاتِ الثَّابِتَةِ الْمَعْرُوفَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلْغَاءَ مَا

[1] مولانا مین احسن اصلاحی: 107بحوالہ اصول فہم قرآن]؟؟؟

لَيْسَ كَذَلِكَ."[1]

"عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر کی طرح نفس قرآن کو جمع کرنے کا پروگرام نہیں بنایا تھا، ان کا مقصد لوگوں کو نبی ﷺ سے ثابت شدہ معروف قراءات پر جمع کرنا تھا، اور جو ایسی نہیں تھیں (یعنی غیر ثابت تھیں) انھیں ختم کرنا تھا۔"

دور عثمانی کے بعد قراءات کی موجودگی کے شواہد

اسکے برعکس بہت سارے ایسے شواہد ہیں جو عرضہ اخیرہ کے بعد بھی قراءات کی موجودگی پر شہادت دیتے ہیں:

1۔ تمام متواتر قراءات صحیح اسناد کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں اور انہیں امت کا تواتر بھی حاصل ہے۔

2۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور زید بن ثابت جو عرضۂ اخیرہ کی قراءت میں موجود تھے کی قراءات میں باہم فرق تھا۔ اگر عرضۂ اخیرہ میں باقی قراءات منسوخ ہوگئی تھیں تو ایسا نہ ہوتا۔

3۔ مصاحفِ عثمانیہ کے رسم میں تمام متواتر قراءات موجود ہیں۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

4۔ مصاحفِ عثمانیہ کے مختلف نسخوں میں فرق تھا۔ مثلاً

(ا) اہل مدینہ اور شام کے مصاحف میں سورۃ البقرۃ کی آیت: 132 میں ﴿وَ أَوْصَى﴾ مرقوم تھا، جبکہ مصحف کوفیین میں ﴿وَ وَصَّى بِهَا﴾ مرسوم تھا۔

(ب) مصحف اہل حرمین میں سورۃ الانعام کی آیت: 63 میں ﴿لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا﴾ تھا، جبکہ مصحف کوفیین میں ﴿لَئِنْ أَنْجَانَا﴾ مرقوم ہے۔

(ج) شامی اور مکی مصاحف میں سورہ الاسراء کی آیت ﴿قَالَ سُبْحَانَ رَبِّيْ﴾ مرسوم تھا، جبکہ مصحف کوفیین میں ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ﴾ ہے۔

(د) مدنی و شامی مصاحف میں سورۃ الحدید کی آیت ﴿فَإِنَّ اللّٰهَ الْغَنِيُّ﴾ تھا، جبکہ مصحف کوفیین میں ﴿فَإِنَّ

---

[1] البرهان في علوم القرآن، 1: 235۔

﴿اللّٰہَ هُوَ الْغَنِيُّ﴾ مذکور ہے۔[1]

کوئی شخص یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ الفاظ غلطی سے لکھے گئے ہوں گے، تو گزارش ہے کہ

(ا) یہ مصاحف کسی ایک شخص کی کاوش نہ تھے، بلکہ ایک کمیٹی نے یہ کام انجام دیا تھا۔

(ب) یہ کسی شخص کا ذاتی عمل نہ تھا، بلکہ سرکاری سطح پر حکومت کی نگرانی میں کیا جارہا تھا۔

(ج) مصاحف ثبت کرنے کے بعد کمیٹی کے تمام ارکان نے انہیں چیک کیا، اور مصحف امام سے تقابل کیا تھا۔

(د) پھر ہر مصحف کے ساتھ قاری بھیجا تھا، اگر یہ غلطیاں ہوتیں تو وہ قراء کرام ضرور مرکز کو مطلع کرتے یا از خود ان کی تصحیح فرماتے، لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ آخر کیوں؟۔

5۔ اس وقت تک امت میں ہزاروں کی تعداد میں حفاظ موجود تھے، کسی نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا۔ بلکہ تعجب کی بات ہے کہ پہلے لوگ قراءات میں اختلاف کرتے تھے، لیکن مصاحفِ عثمانی کے بعد لوگ ان کی اغلاط پر متفق ہوگئے!!!۔

6۔ بعض جگہوں پر موجودہ مصحف کا رسم اور معنی دوسری قراءت کے زیادہ قریب ہے۔ اس کی تفصیل بھی آگے آرہی ہے۔

7۔ حضرت ابی بن کعب کو متعدد قراءات پر عبور تھا، نمازِ تراویح کی امامت میں مختلف قراءات کے ساتھ تلاوت کرتے تھے۔ کسی صحابی نے ان پر اعتراض نہیں کیا۔[2]

8۔ صحابہ کرام قراءات کا انکار کرنے سے منع کرتے رہے، اور ہر ایک کو اپنی اپنی روایت کے مطابق پڑھنے کی تلقین کرتے رہے۔

9۔ صحابہ کرام نے قراءات کو ختم کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔

10۔ چودہ صدیوں میں اسے مٹانے کے لیے کوئی مالک بن انس اور کوئی احمد بن حنبل میدان میں نہیں اٹھا، کسی ہارون الرشید نے انہیں ختم کرنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ امت نے بالاجماع انہیں قبول کیا۔ اور آج بھی

---

[1] رشد، لاہور، قراء ات نمبر، حصہ دوم: 256

[2] رشد، لاہور، قراء ات نمبر، حصہ دوم: 494۔

مسالک کے درمیان کثیر مسائل میں اختلاف کے باوجود قراءات کے درست بلکہ قرآن ہونے پر سب متفق ہیں۔ کیا یہ قراءات کے صحیح ہونے کی حیرت انگیز دلیل نہیں؟۔

قراءتِ قرآن خبر واحد سے ثابت ہے؟

غامدی صاحب نے ابوعبدالرحمٰن السلمی کی روایت پیش کرکے جو یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ عرضہٗ اخیرہ میں ایک نئی قراءت کی گئی تھی، اس میں نسخ بھی ہوا تھا اور ایک قراءت کے علاوہ تمام مروجہ قراءات منسوخ کردی گئیں تھیں، اس سے ان کا مختلف فیہ مسئلہ تو حل نہ ہوا، البتہ ایک نئی مصیبت ان کے گلے پڑ گئی۔ اور وہ یہ کہ غامدی صاحب کے بقول اصل قرآن وہی ہے جو عرضہٗ اخیرہ میں 'قراءت عامہ' ہوئی تھی، اس کے علاوہ سب کچھ منسوخ کردیا گیا تھا۔ اور عرضہٗ اخیرہ کی قراءت میں حضرت زید بن ثابت موجود تھے۔ اور انہوں نے ہی دوسرے صحابہ کرام کو قراءت اخیرہ کے مطابق قرآن سکھایا تھا، اس سے ثابت ہوا کہ عرضہٗ اخیرہ کی قراءت اپنے آغاز ہی سے خبر احاد کے درجہ میں آئی ہے۔ یہ بات غامدی صاحب کے ذہن میں تھی، لہٰذا انہوں نے اسے کسی حد تک کور کرنے کے لیے نیچے نوٹ لکھا ہے:

> "ان کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ بھی، یقیناً اس موقع پر موجود رہے ہوں گے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس کی ایک روایت میں یہی بات حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں بیان ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو: احمد، رقم: 3422۔"[1]

دینِ اسلام میں فرضی باتوں کی کچھ اہمیت نہیں، اگر روایات کو دیکھا جائے تو کسی بھی روایت میں اس بات کا امکان ظاہر نہیں کیا گیا، یہ محض غامدی صاحب کے اندازے ہیں: ﴿اِلَّا اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ﴾ باقی رہیں روایات، کہ ایک میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دوسری میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا نام آتا ہے، تو اولاً یہ روایت غامدی اصول کے مطابق مضطرب ٹھہری، اور مضطرب روایت اتنے اہم معاملے میں کیونکر قبول ہوسکتی ہے؟۔

اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ عرضہٗ اخیرہ کے وقت یہ دونوں اصحاب موجود تھے، تو بھی یہ روایت خبرِ واحد ہی

---

[1] میزان، اصول ومبادی:29۔

رہتی ہے۔ ایک طرف غامدی صاحب عام معاملات میں خبر احاد کہہ کر بخاری و مسلم کی روایات کو رد کر دیتے ہیں، اور دوسری طرف قرآن کی موجودہ قراءت جو خبر احاد کے درجہ میں ہے، اسے اور صرف اسے ہی قرآن ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ کیا یہ ان کے اصولوں کا کھلا تضاد نہیں؟

غامدی صاحب، رسول اللہ ﷺ کی عدالت میں

اگر غامدی صاحب کا مذکورہ بالا موقف تسلیم کر لیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرضہ اخیرہ میں اپنے ساتھ حضرت زید اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کو شامل کیا، پھر انہی کو لوگوں کو قرآن سکھانے پر مقرر کیا تھا، اس کا واضح مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ قرآن جیسے اہم اور بنیادی ماخذ میں بھی خبر احاد کو حجت سمجھتے تھے۔ جبکہ غامدی صاحب تشریعی امور میں بھی احادیث کی حجیت کا انکار کرنے میں اسی احاد ہی کو بنیاد بنا لیتے ہیں۔ ﴿إِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾

صرف روایت حفص متواتر ہے؟

غامدی صاحب فرماتے ہیں:

”صحابۂ کرام کے زمانے سے لے کر آج تک مسلمانوں کا قولی تواتر صرف اسی قراءت کو حاصل ہے۔“[1]

جب غامدی صاحب کو اقرار ہے کہ زمانۂ نزول میں قراءتِ عامہ کے علاوہ دوسری قراءات بھی موجود تھیں، صحابۂ کرام مختلف قراءات سے پڑھتے تھے۔ اور عرضۂ اخیرہ کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ سے دوسری قراءات کی ممانعت بھی ثابت نہیں کر سکے۔ بلکہ ان کے استاذ کے بقول دوسری قراءات خلافت عثمانی تک بالفعل موجود تھیں۔ خلیفۂ راشد نے بھی ان سے منع نہیں کیا، بلکہ دوسری قراءات کو جو دراصل قرآن تھیں منسوخ یا موقوف کرنے کا انھیں اختیار ہی نہ تھا۔ خلافت راشدہ کے بعد سے آج تک نسل در نسل مختلف علاقوں میں مختلف قراءات متداول ہیں، علماء نے ان کی تدریس کی، انہیں کتب میں محفوظ کیا اور ان کے مطابق مصاحف تحریر کیے۔ ’قراءات قرآن پر تعامل امت“ کے عنوان میں تفصیل گزر چکی ہے۔

---

[1] میزان، اصول ومبادی:29۔

کسی مسئلہ میں اجماع یا تعاملِ امت میں اصل معیار اہلِ علم کا اتفاق ہوتا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ دنیا بھر کے علماء کرام اور قراء عظام کا قراءاتِ عشرہ کے درست اور بعینہ قرآن ہونے پر اجماع اور تعامل ہے۔ تاریخ کی اس کھلی شہادت کے بعد بھی اپنی بات پر اڑے رہنا انصاف کا خون ہے۔ اور یہ علماء کا شیوہ نہیں۔

روایت حفص کی شہرت کے اسباب

ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ دوسری قراءات، روایت حفص کی طرح مشہور کیوں نہیں ہوئیں؟۔ تو اس حوالے سے اولاً یہ کہنا ہی غلط ہے کہ پوری دنیا میں روایت حفص کو شہرت و مقبولیت ملی ہے، یا ساری دنیا کے مسلمان اسی قراءت کے مطابق قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں روایت حفص کے علاوہ روایت 'ورش'، روایت 'قالون' اور روایتِ 'دوری' بھی بطور تعامل رائج ہیں، ان سب میں سب سے زیادہ شہرت روایتِ 'حفص' اور روایت 'ورش' کو ملی ہے۔ اور یہ دونوں تقریباً یکساں شہرت کی حامل ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ ان روایات کو شہرت کیوں ملی؟ اور باقی قراءات عوامی شہرت حاصل کیوں نہ کر سکیں؟۔ تو اس کا تعلق تاریخی اتار چڑھاؤ کے ساتھ ہے۔ شروع میں دسیوں آئمہ تھے جن سے عوامی عقیدت نے تقلید کا روپ دھار لیا تھا، بعد میں تاریخی اور سیاسی وجوہات سے ائمہ اربعہ کی رائے کو دوسرے تمام ائمہ کی آراء پر فوقیت مل گئی، اس کی کوئی دینی یا علمی وجہ نہیں تھی۔ پھر ان چار میں سے فقہ حنفی اور فقہ مالکی کو تاریخ کے مختلف ادوار میں سیاست کے ایوانوں میں پذیرائی مل گئی، تو عوام نے (الناس علی دین ملوکھم) کے مصداق انہی کو قبول کر لیا۔ اسی وجہ سے آج دنیا کے اکثر ممالک میں انھی دو فقہی مذاہب کو عوامی شہرت حاصل ہے، مشرق میں فقہ حنفی اور مغرب میں فقہ مالکی۔ ان مکاتبِ فقہ سے عوام کی اس قدر عقیدت بڑھی کہ لوگوں نے انہیں کو اسلام کہنا شروع کر دیا۔

مکاتبِ فقہ کا انتشار ہی قراءات وروایات کے انتشار کا سبب بنا ہے، امام ابو حنیفہ کے قراءت میں استاذ امام عاصم کوفی ہیں، لہٰذا مشرقی ممالک میں جہاں فقہ حنفی کو رواج ملا، وہاں امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام حفص رحمۃ اللہ علیہ کی قراءت کو بھی شہرت مل گئی۔ اور مغربی ممالک میں فقہ مالکی کو شہرت حاصل ہوئی، تو امام مالک کے قراءت میں استاذ امام نافع مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے دو تلامذہ امام ورش رحمۃ اللہ علیہ اور مام قالون رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو شہرت حاصل ہو گئی۔ اس کی کوئی دینی یا علمی وجہ ہرگز نہیں ہے۔

لہٰذا مکاتب فقہ میں سے ایک کو ماننا اور دوسروں کا انکار سراسر نادانی ہے، اسی طرح ایک قراءت وروایت کو قرآن ماننا اور دوسری کا انکار کرنا جہالت کے علاوہ کچھ نہیں۔

دوسری قراءات کی استنادی حیثیت

غامدی صاحب فرماتے ہیں:

> "ان (قراءات) میں سے بعض کو لوگ متواتر کہتے ہیں، دراں حالیکہ ان کی جو سندیں کتابوں میں موجود ہیں، انہیں دیکھنے کے بعد اس بات میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ یہ محض آحاد ہیں، جن میں سے اکثر کے راوی آئمہ رجال کے نزدیک مجروح ہیں۔ چنانچہ قرآن متواتر تو ایک طرف، انہیں کوئی صاحبِ نظر حدیث کی حیثیت سے بھی آسانی کے ساتھ قبول نہیں کر سکتا۔"[1]

تعجب ہے کہ ایک طرف غامدی صاحب قرآن کو تواتر قولی سے ثابت مانتے ہیں۔[2] لیکن جب علماء امت باقی قراءات کو متواتر قولی ثابت کرتے ہیں تو غامدی صاحب اسناد کا رونا رونے لگتے ہیں:

دورنگی چھوڑ دے، یک رنگ ہو جا

اولاً: دوسری قراءات کے لیے اسناد کی ضرورت ہی نہیں ہے، کیونکہ قرآن تواتر قولی سے ثابت ہوتا ہے، نہ کہ حدیث سے۔ دوسرا مصحفِ عثمانی کی کتابت میں تمام متواتر قراءات پڑھنے کی گنجائش موجود ہے۔ اس لیے الگ سے اسناد لانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

ثانیاً: قراءات کے تواتر سے مراد تواترِ اسنادی نہیں، تواترِ طبقہ ہوتا ہے، یعنی نسل در نسل اور طبقہ در طبقہ لوگوں نے قرآن کو کسی ایک قراءت سے پڑھا۔ یہ تواتر آئمہ عشرہ تک تمام قراءات کو حاصل ہے۔ البتہ عصر حاضر میں چار متداول قراءات وروایات کو یہ تواتر حاصل ہے۔ باقی چھ قراءات وروایات بھی دنیا بھر کے دینی مدارس اور اہل علم میں متداول ہیں۔ جس کا غامدی صاحب کو بھی اقرار ہے۔

ثالثاً: قرآن مجید روایت میں حدیث کی طرح نہیں ہے کہ ہر ہر آیت کی الگ سے سند ہو، بلکہ پورے قرآن کی قراءت ایک ہی سند سے ثابت ہوتی ہے۔ قرآن مجید اسلام کی بنیادی کتاب ہے، خصوصاً نمازوں میں قراءت

---

1 میزان، اصول ومبادی: 32۔

2 میزان، اصول ومبادی:13۔

کرنے کے سبب تقریباً ہر مسلمان کچھ نہ کچھ قرآن سیکھ ہی لیتا تھا۔ اس طرح قراءات تواتر سے نسل در نسل لاکھوں لوگوں سے منتقل ہوتی آئی ہیں، لیکن ماہر قراء جنہوں نے اپنی زندگیاں اسی کام میں صرف کر دیں، انھوں نے صحابہ کرام سے قراءات سیکھیں، اور آگے منتقل کیں، اس طرح نسل در نسل ماہر قراء پیدا ہوتے رہے، ایسے ماہرین کی اَسّی (80) اسناد سے قرآن ہم تک پہنچا ہے۔ قاری محمد آصف ہارون فرماتے ہیں:

"اگر ہم قراءاتِ عشرہ متواترہ صغریٰ و کبریٰ کا جائزہ لیں تو تمام آیات قرآنیہ تواتر الاشتراک فی الفاظ امر الاشتراک فی الآیات کے اعتبار سے متواتر ہیں۔ مثال سے یہ بات یوں سمجھیں کہ قرآن کے کسی لفظ کو اہل قراءات کے ہاں چھ سے زائد اندازوں سے نہیں پڑھا گیا۔ جبکہ قراءاتِ قرآنیہ متواترہ اَسّی (80) طُرق کے ساتھ مروی ہیں۔ گویا قرآن کریم آج امت کے پاس سبعہ احرف سمیت اَسّی (80) اسانید کے ساتھ موجود ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی مجموعۂ قراءات اَسّی (80) طُرق سے ثابت ہیں تو 95 فیصد متفق علیہ اسی روایات میں مشترک الفاظ کے اتفاق کے ساتھ متواتر لفظی بنے۔ علی ہذا القیاس، جو کلمہ چھ اندازوں سے پڑھا گیا ہے تو وہ تقریباً تیرہ تیرہ اخبار آحاد میں موجود مشترک الفاظ کی بنا پر متواتر لفظی میں شامل ہوا۔

یاد رہے کہ چھ اندازوں سے جن کلمات کو پڑھا گیا ہے وہ ایک دو ہیں۔ جنہیں پانچ طرح سے پڑھا گیا ہے وہ اس سے کچھ زیادہ ہیں۔ چار طرح سے پڑھے جانے والے کلمات مزید کچھ زیادہ ہیں۔ اکثر کلمات میں دو یا تین طرح ہی سے پڑھنے کا اختلاف مروی ہے۔ الغرض اسی اعتبار سے دیکھیں تو مروجہ قراءاتِ قرآنیہ عشرہ متواترہ میں موجود تمام آیات، کلمات اور سوَر متواتراً ثابت ہیں۔"[1]

قراءاتِ قران متواتر اور قطعی الثبوت ذریعہ سے ثابت ہیں، اور امت کا چودہ سو سال سے تعامل اور اجماع ان کے قرآن ہونے کی قطعی اور حتمی دلیل ہے۔ احادیثِ نبویہ سے انہیں ثابت کرنا اور ہر قراءت کے ساتھ اس کی سند لکھنا ایک اضافی ثبوت اور امتِ محمدیہ کا اعجاز ہے۔ ورنہ کتبِ احادیث میں موجود روایات دوسری قراءات کی دلیل یا بنیاد ہرگز نہیں ہے۔

اس کے باوجود اگر ان روایات کو مجموعی انداز سے دیکھا جائے تو وہ متعدد قراءات کے ثبوت میں متواتر ہیں۔

---

[1] ماہنامہ رشد، قراء ات نمبر، حصہ دوم:492۔

اگر ایک ایک حرف کو ثابت کرنے والی روایات کو الگ الگ کیا جائے تو بھی وہ اخبار آحاد المحتف بالقرائن ہیں جو ثبوت میں قطعی ہوتے ہیں۔

تعجب ہے کہ غامدی صاحب مفضلیات، حماسہ اور سبعہ معلقات ایسی بے سند چیزوں کو تو متواتر مانتے ہیں، لیکن قراءات قرآنیہ جنہیں امت نے نسل در نسل اور طبقہ در طبقہ حاصل کیا اور آگے منتقل کیا ان کے متواتر ہونے کے انکاری ہیں۔

باقی رہا غامدی صاحب کا یہ فرمانا کہ ان روایات کو کوئی صاحبِ نظر حدیث کی حیثیت سے بھی قبول نہیں کر سکتا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی نظر میں ان کے آئمہ کے علاوہ امت مسلمہ میں آج تک کوئی صاحب نظر ہوا ہی نہیں۔ یہ بالکل سچ ہے کہ اگر غامدی صاحب اور ان کے ہم نوا اہل نظر ہیں تو آئمہ اہل سنت یقیناً ایسی نظر سے محروم تھے۔

قرآن کا متن کسی دوسری قراءت کو قبول ہی نہیں کرتا ہے!!:

غامدی صاحب فرماتے ہیں:

"قرآن کا متن اس کے علاوہ کسی دوسری قراءت کو قبول ہی نہیں کرتا۔"[1]

غامدی صاحب کے بقول قرآن صحابہ کرام کے اجماع اور قولی تواتر سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر ایک حرف کو مختلف وجوہ سے پڑھنا صحیح اسناد سے ثابت ہو، اور اسے صحابہ کرام کا اجماع اور قولی تواتر بھی حاصل ہو، رسم عثمانی اس کی مطابقت نہ بھی کرے تو اسے صحیح اسناد اور تواتر قولی کے سبب تسلیم کرنا چاہیے، لیکن اگر ایک قراءت صحیح الاسناد اور تواتر قولی کے ساتھ ساتھ رسم عثمانی کے بھی مطابق ہو تو بالاولیٰ تسلیم کرنا چاہیے۔ سبعہ احرف کا صحابہ کے اجماع اور قولی تواتر سے ثابت ہونا قطعی اور یقینی ہے، لہٰذا ان سے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اجماع اور قولی تواتر کی بجائے موجودہ مصحف عثمانی کو ہی اصل قرآن مانتا ہے، اور اس بنیاد پر دوسری قراءات کا انکار کرتا ہے، یا یہ سمجھتا ہے کہ یہ سہولت رسول اللہ ﷺ کی حیات تک محدود تھی، یا حضرت عثمان نے انہیں ختم کر دیا تھا، تو مصحف عثمانی کا رسم الخط ہی ان کی تردید کے لیے کافی ہے۔ کیونکہ قرآن کے متن میں نہ صرف

[1] میزان، اصول ومبادی:29۔

تمام قراءات متواترہ کو پڑھنے کی گنجائش موجود ہے، بلکہ تمام متواتر قراءات فی نفسہ اس میں موجود ہیں۔

مصحف عثمانی کے اصل نسخے آج بھی ترکی اور روس کے میوزیم میں موجود ہے، اور اس کی ایک کاپی کراچی میوزیم میں پڑی ہے۔ وہ بلا نقاط اور بلا اعراب ہیں، اس لیے مصحف عثمانی میں تمام متواتر قراءات کی گنجائش موجود ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" سَبَبُ تَنَوُّعِ الْقِرَاءَاتِ فِيمَا احْتَمَلَهُ خَطُّ الْمُصْحَفِ هُوَ تَجْوِيزُ الشَّارِعِ وَتَسْوِيغُهُ ذَلِكَ لَهُمْ؛ إذْ مَرْجِعُ ذَلِكَ إلَى السُّنَّةِ وَالِاتِّبَاعِ لَا إلَى الرَّأْيِ وَالِابْتِدَاعِ."[1]

"خط مصحف میں مختلف قراءات کا احتمال شارع علیہ السلام کی طرف سے ہے، کیونکہ اس کا مرجع سنت واتباع ہے، اجتہاد ورائے نہیں۔"

قراءات میں دو طرح کے اختلافات ہیں، لفظی اور تلفظی۔ تلفظ اور اسالیب قراءات تو لکھنے میں نہیں آتے اس کا تعلق محض پڑھنے سے ہے۔ ہاں لفظی اختلاف لکھنے میں آتے ہیں۔ پھر ان میں بھی بعض اختلافات کا تعلق محض نقاط کے ساتھ ہے، اور بعض کا الفاظ کے ساتھ۔ یہی دوسرا اختلاف الجھن کا باعث ہے۔ لہٰذا اب میں قراءات کے لفظی اختلاف کی مثالیں پیش کروں گا، جن کا رسمِ مصحف میں پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ اور وہ کئی اقسام کی ہیں:

1۔ مصحف میں ایک ہی کلمہ کو دو مختلف انداز میں لکھا گیا ہے۔ مثلاً:

سورۃ البقرۃ میں ہر جگہ ابراہیم کو 'ی' کے بغیر لکھا گیا ہے، باقی سورتوں میں 'ی' کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اب اسے امام ہشام کی قراءت کے مطابق 'ابراہام' اور الباقون اور ابن ذکوان کے مطابق 'ابراہیم' پڑھا جاسکتا ہے۔ اور مصحف کے رسم میں دونوں کی رعایت رکھی گئی ہے۔

2۔ مصحف میں ایک ہی کلمہ کو دو مختلف انداز سے پڑھا جاتا ہے۔ مثلاً

سورۃ فاتحہ کی آیت:3 ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ میں ﴿ملك﴾ لکھا ہوا ہے، لیکن 'م' پر کھڑی زبر لگا کر جو الف کے قائم مقام ہے لمبا کر کے ﴿مالك﴾ پڑھا جاتا ہے۔ جبکہ یہی لفظ سورۃ الناس کی آیت ﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ میں میم کی زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ یہ لفظ دونوں جگہوں پر ایک ہی معنی اور ایک ہی اسلوب میں استعمال ہوا ہے، لیکن

---

[1] إبن تيمية، تقي الدين أبو العباس أحمد، مجموع الفتاوى، (المدينة النبوية: مجمع الملك فهد، 1995ء)، 13: 402۔

پڑھنے میں واضح فرق ہے۔

ہمارے مصحف میں ﴿ملك﴾ لکھا ہوا ہے، جو کہ الباقون کی قراءت کے مطابق ہے، لیکن 'م' پر کھڑی زبر لگا کر اسے "قراءتِ عامہ" بنایا گیا ہے۔

3۔ مصحف میں ایک وزن والے کلمہ کو دو مختلف انداز سے پڑھا جاتا ہے۔ مثلاً:

جبرائیل اور میکائیل جو کہ اصلاً ایک ہی وزن پر عبرانی نام ہیں۔ لیکن جب ان ناموں کو [البقرۃ: 98] میں معرّب کر کے پڑھا گیا تو دو مختلف اندازوں میں پڑھا گیا۔ مثلاً ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ﴾ میں 'جبریل' کے نام کو 'ی' کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، جبکہ دوسرے 'میکائیل' کو 'ک' پر کھڑی زبر لگا کر الف کے ساتھ 'میکال' پڑھا گیا ہے۔ یہ امام ابو عمرو، یعقوب اور حفص کی قراءت ہے۔ لیکن اگر آپ مصحف کو دیکھیں تو ﴿ميكيل﴾ میں 'ک' کے بعد ایک شوشہ لگا ہوا ہے۔ یہ دراصل 'ی' اور "ء" ہونے کا اشارہ کر رہا ہے۔ کیونکہ اس لفظ کو امام نافع اور ابو جعفر 'ی' کے ساتھ ﴿ميكئل﴾ پڑھتے ہیں، جبکہ الباقون، حمزہ، الکسائی، خلف، ابن کثیر، الشامی اور شعبہ رحمۃ اللہ علیہم اسے 'ء' اور 'ی' کے ساتھ ﴿ميكائيل﴾ پڑھتے ہیں۔

4۔ مصحف میں بعض الفاظ ایسے انداز سے لکھے ہوئے ہیں جو روایت حفص کے خلاف اور دوسری قراءات کے مطابق ہیں، مثلاً:

(ا) سورۃ النساء کی آیت 43 میں ہے:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾[1]

﴿لمستم﴾ میں دو قراءات ہیں، ایک 'ل' پر زبر ہے، جیسا کہ مصحف میں لکھا ہوا ہے، جبکہ 'قراءت عامہ' میں مصحف کے برخلاف 'ل' پر کھڑی زبر قائم مقام الف لگا کر ﴿لامستم﴾ پڑھا جاتا ہے۔

(ب) سورۃ الدھر کی آیت نمبر 15-16 میں لفظ ﴿قَوَارِيْرَا﴾ میں امام حفص پہلے پر الف کے ساتھ وقف کرتے ہیں، اور دوسرے پر "را" پر سکون لاتے ہیں، یعنی قراءت حفص میں دوسرے پر الف نہیں ہونا چاہئے۔ مگر

1 سورۃ النساء، 4: 43۔

امام ہشام دوسرے پر الف کے ساتھ وقف کرتے ہیں، اس لیے مصحف میں دونوں پر الف لکھ کر ان پر گول نشان لگا کر، اسے قراءت میں ساکت (Silent) کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی اب اسے قراءتِ حفص کے مطابق بھی پڑھا جاسکتا ہے اور دوسری قراءت کے مطابق بھی۔

(ج) اسی طرح 'موسیٰ' اور 'عیسیٰ' کا نام 'ی' کے ساتھ لکھا ہوا ہے، جبکہ 'قراءتِ عامہ' میں 'موسا' اور 'عیسا' پڑھا جاتا ہے۔ جبکہ ایک دوسری قراءت میں اسے 'موسے' اور 'عیسے' پڑھا جاتا ہے، اور مصحف کا رسم اسی قراءت کو اجاگر کر رہا ہے۔

اب کیا غامدی صاحب یہ بتانا پسند کریں گے کہ ہمارے مصحف میں 'قراءت عامہ' کے خلاف اور دوسری قراءات کے مطابق حروف کیوں لکھے گئے ہیں؟۔

5۔ ہمارے مصحف میں بعض الفاظ ایسے مرسوم ہیں، جنہیں پڑھنا مشکل تھا، لہٰذا ان پر اعرابی یا لفظی تبدیلی کرکے انہیں پڑھنے کے قابل بنایا گیا ہے۔ جیسا کہ

(ا) حضرت داوود کا نام 'داود' ایک واو کے ساتھ لکھا گیا ہے، اس طرح پڑھنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، لہٰذا اس پر الٹی پیش جو 'و' کے قائم مقام ہے لگا کر اسے 'داوٗد' پڑھا جاتا ہے، اب اگر کوئی الٹی پیش کے بغیر پڑھے تو وہ 'داود' [انگریزی کے مطابق بھی]، پڑھا جائے گا، اور رسم عثمانی کے یہی زیادہ مطابق معلوم ہوتا ہے۔

(ب) سورۃ الانبیاء کی آیت ﴿وَكَذَٰلِكَ نُجِي الْمُؤْمِنِينَ﴾[1] میں کلمہ (ننجی) کو مصحف عثمانی میں ایک 'ن' کے ساتھ (نجی) لکھا گیا ہے۔ لیکن بعد میں اوپر ایک چھوٹا سا نون لکھ کر لفظ کو پورا کیا گیا ہے۔

6۔ مصحف میں بعض الفاظ ایک قراءت کے مطابق لکھے ہوئے ہیں، لیکن الفاظ کے اوپر باریک خط سے دوسرے الفاظ لکھ کر دوسری قراءت کی طرف اشارہ ہوتا ہے، جیسا کہ [سورۃ البقرۃ: 245] میں (یبصط)، [سورۃ الاعراف: 69] میں (بصطة) اور [سورۃ الغاشیۃ: 22] میں (بمصیطر) کو لکھا 'ص' کے ساتھ گیا ہے، لیکن اس کے اوپر باریک خط سے 'س' لکھا گیا ہے۔ یہ دراصل امام ہشام کی قراءت کی طرف اشارہ ہے۔

موجودہ مصاحف میں اختلافِ قراءت کا زندہ ثبوت ملاحظہ فرمائیں:

---

[1] سورة الأنبياء، 21: 88۔

1۔ سعودی عرب اور شام کے مطبوعہ مصاحف میں سورۃ الروم:54 میں مذکور لفظ (ضعف) کے 'ض' پر زبر، جبکہ برصغیر کے مطبوعہ قرآن میں 'ض' پر پیش ہے۔

2۔ سورۃ الانبیاء:4 میں عربوں کے مصحف میں (قال) بمطابق روایتِ حفص لکھا ہے، جبکہ پاک وہند کے مصحف میں (قل) بمطابق الباقون لکھا ہوا ہے۔ لیکن 'ق' پر کھڑی زبر قائم مقام الف لگا کر قراءت حفص کے مطابق بنایا ہوا ہے۔ اب غامدی صاحب بتائیں دونوں مصاحف میں سے کونسا صحیح، اور کونسا محرف ہے۔ ثابت ہوا کہ غامدی صاحب کا یہ دعویٰ کہ مصحف کا متن دوسری کسی قراءت کو قبول ہی نہیں کرتا، سراسر باطل ہے۔

نتیجہ بحث

قراءات قرآنیہ امت کے اجماع و تواتر سے نقل ہوئی ہیں۔ صدیوں سے امت مسلمہ اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ اس نعمت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک سے زیادہ قراءات پڑھتی چلی آ رہی ہے۔ ثابت شدہ متواتر قراءات بھی اسی طرح قرآن ہیں جس طرح قرآن کی دوسری آیات ہیں۔ یہ تمام قراءات خود غامدی صاحب کے اپنے اصولوں کے مطابق بھی ثابت ہوتی ہیں۔ لیکن جس طرح تقریباً سبھی منکرین حدیث نے قراءات قرآنیہ کا انکار کیا ہے اسی طرح متجددین نے بھی قراءات قرآنیہ کو قبولیت نہیں بخشی۔ اب طرف تو غامدی صاحب قراءات قرآنیہ کو ثابت کرنے والی بے شمار احادیث متواترہ سے صرف نظر کیے ہوئے ہیں جبکہ دوسری طرف اپنے مطلب کو ثابت کرنے کے لیے غیر مستند احادیث و روایات سے استدلال کر رہے ہیں۔ اور ان روایات کا مفہوم و مدعا بھی اپنی مرضی کا بیان کر رہے ہیں۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لیے قرآنی آیات کے تراجم میں ردوبدل سے بھی گریز نہیں کیا گیا۔ قراءات تواتر سے نسل در نسل لاکھوں لوگوں سے منتقل ہوتی آئی ہیں، ماہر قراء جنہوں نے اپنی زندگیاں اسی کام میں صرف کر دیں، انھوں نے صحابہ کرام سے قراءات سیکھیں، اور آگے منتقل کیں، اس لحاظ سے قراءات قرآنیہ کا انکار یوں ہی ہے کہ گویا بعض قرآنی آیات سے چشم پوشی اختیار کر لی جائے۔